رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ الخ“ پر مرتب اور مفرّع کیا گیا ہے۔ اب اولاً تو امامت مذکور کی تشخیص میں کہ وہ نبوّت و رسالت ہی ہے یا اس سے زائد کوئی اور چیز اور پھر اس کی کیا حقیقت ہے؟ اچھا خاصہ اختلاف برپا ہے۔ اہل تشیع اسی تفریع کی وجہ سے امامت کو نبوّت سے فائق قرار دیتے ہیں اور پھر اس سے اپنے ہاں کی وہی مصطلح امامت مراد لیتے ہیں جس کا سلسلہ اُن کے ہاں حضرت علی رضؓ سے شروع ہو کر محمد بن حسن العسکری المہدی المنتظر پر ختم ہوتا ہے۔ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک امامت، نبوّت سے بلند و بالا کوئی مستقل منصب نہیں بلکہ خود ہی نبوت یا اسی کے اندر ایک اضافی انعام اور اعلیٰ مقام ہے، پھر اس مخصوص سیاق و سباق میں اس سے مراد خلیل اللہ علیہ السلام کی وہ عمومی پیشوائی اور اعزاز و اکرام ہے جو ان کے بعد آنیوالی تمام نسلوں کو بلاچوں وچرا تسلیم ہے نیز اسی میں یہ حقیقت بھی شامل ہے کہ آپؑ کے بعد انسانیت کے تمام سچے ہادی و رہنما آپؑ ہی کی نسل سے پیدا ہوتے رہے۔

ثانیاً کلمات کی تشریح میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جا سکی ہے۔ چنانچہ بعض حضرات تفریع کی رعایت سے انہی مشکلات و امتحانات کو ان کا مصداق سمجھتے ہیں جو خلیل اللہ علیہ السلام کی نبوّت یا کم از کم امامت سے پہلے کی زندگی میں پیش آئے اور بعض اس ترتیب کی رعایت نہیں کرتے۔

ہمارے خیال میں امامت کی تفریع سے، کلمات کی تشریح و تعیین میں انکی وقوع کی زمانی سبقت و اولیّت کی رعایت قطعاً غیر ضروری ہے یہ خدا تعالیٰ کا کلام ازلی ہے اس میں تفریع کی صحت کے لئے خلیل اللہ کی اخلاص و للّٰہیت اور کمال عبودیت سے متعلق خدا تعالیٰ کا وہی علم ازلی کافی ہے جس میں ابراہیم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی بہت پہلے ان کے لئے ان کی طرف سے ظاہر ہونیوالے عظیم الشان کارناموں کی بدولت امام الناس کا لقب ثابت اور مختص ہو چکا تھا۔ اس کی ایک مثال میثاق طور کے موقعہ پر بنی اسرائیل کے قول ”سَمِعْنَا“ کے ساتھ ”عَصَيْنَا“ کا الحاق بھی ہے یہاں بعض لوگوں کی ناگفتنی توجیہات کی بجائے صاف ستھرا مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے ان کے زبانی قول کے پہلو بہ پہلو ان کے اس عملی بغاوت کی اطلاع بھی بہم پہنچائی جو وجود میں آنے سے پہلے ہی اس کو اپنے علم ازلی سے معلوم تھی۔

اس گذارش کے بعد ہمیں کلمات کی توضیح کے سلسلے میں امام قفال رح کی رائے بہت پسند ہے وہ فرماتے ہیں کہ کلمات سے مراد حیاتِ ابراہیمیؑ کا ہر وہ چھوٹا بڑا واقعہ ہے جس سے کسی انسان کے صبر و شکر اور تفویض و حوالگی کا امتحان لیا جا سکتا ہے اس تاویل سے کلمات کی تعیین میں منقولہ تمام اقوالِ سلف کا پورا مجموعہ ہی وہ مبتلیٰ بہ ہے کہ جنہیں کامیابی پر آپؑ کو امام الناس کے عہدے پر سرفراز کیا گیا۔

ہم اس باب کے اندر اسی سلسلے کے بڑے بڑے واقعات کو کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں انہی کے بین السطور میں خلیل اللہ علیہ السلام کے اس صبر و ثبات، عزم و استقلال اور وفاداری و جاں سپاری کی جھلکیاں بھی دیکھی جا سکیں گی جن کی بدولت وہ "فَأَتَمَّهُنَّ" اور "وَفّٰى" جیسے جامع الفاظ سے خدائی مدح و ستائش کے مستحق ٹھہرے۔

حق و باطل کی پہلی آویزش

غار سے نکلتے ہی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے آپ کو شرک اور صورت پرستی کے عین درمیان میں پایا، والد آزر بت پرست ہونے کے ساتھ ساتھ بت ساز اور بت فروش بھی تھا اور ان کا گھر بت پرستی کا سب سے بڑا اڈہ اور مرکز تھا۔

آزر بت فروش اپنے بیٹے کو بھی بت فروخت کرنے کے لئے شہر کے مختلف اطراف میں بھیجتا، بیٹا گلی گلی سے یہ صدا لگاتے ہوئے گزرتا "ہے کوئی ان بتوں کو خریدنے والا جو نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان"، شاید لوگ اس صدا کو اس سیدھے سادھے لڑکے کی فاتر العقلی یا کسی قسم کے بھول و ذہول پر محمول کرتے جوان کی طرف سے اغماض برتتے۔

بہر حال کوئی ایک بت بھی بیچے بغیر گلیوں کا گشت ختم ہو جاتا اور ابراہیم علیہ السلام بتوں کی سالم گٹھڑی کو لے کر ایک نہر کے کنارے پہنچ جاتے وہاں ایک ایک بت کو لیکر اس کے سر کو پانی میں ڈبوتے اور آنے جانے والوں کو ان کی بے بسی اور بے حسی کا عملی مشاہدہ کرواتے ـــ لئے ان سے کہتے "پیو پانی پیو"۔

دعوت و تبلیغ کا یہ عجیب و غریب انداز ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بعد کی زندگی میں اختیار فرمایا گیا عجب اس کا آغاز طفولیت کے اسی طرز عمل سے ہوا ہو یہ واقعہ

اپنی رُوح میں دعوت و تبلیغ کے اُن بے شمار واقعات سے پوری طرح ہم آہنگ ہے جن میں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر حکمت کے ساتھ ساتھ اپنی دلیری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ بلاشبہ اہل زمانہ کے رجحانات بلکہ اعتقادات کے علی الرغم بتوں کی ایسی اہانت واستخفاف ابراہیم علیہ السلام جیسے موحد اعظم سے ممکن اور متصوّر ہو سکتا تھا۔

بت پرستی کی شناعت و تقبیح اور بالواسطہ دعوت و تبلیغ کا یہ سلسلہ نہ جانے کتنے عرصے تک جاری رہا ہو گا بالآخر وہ وقت آیا کہ آپ نے کُھل کر بتوں اور بت پرستوں کے خلاف آواز اُٹھائی چنانچہ سب سے پہلے اپنے باپ آذر سے مخاطب ہو کر کہا۔

اِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝	اور جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آذر سے کہا کیا آپ بتوں کو معبود بناتے ہیں؟ میں تو آپ کو اور آپ کی قوم کو کُھلی گمراہی میں دیکھتا ہوں۔
(سورۃ انعام آیت ۷۴)	

اسی مخاطبت کو ایک دوسرے مقام پر زیادہ تفصیل سے بیان کیا گیا ہے

يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَاۗءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ۝ يٰٓاَبَتِ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ۝	ابا جان! آپ ایسوں کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کے کچھ کام آسکتے ہیں ابا جان! میرے پاس وہ علم آیا ہے جو آپ کے پاس نہیں آیا ہے آپ میری پیروی کریں میں آپ کو سیدھی راہ پر لے چلوں گا۔ ابا جان! آپ شیطان کی عبادت نہ کریں واقعی شیطان رحمان کا بڑا نافرمان ہے ابا جان مجھے ڈر ہے کہ آپ پر رحمان کا عذاب نہ آجائے اور آپ شیطان کے دوست ہو جائیں
(سورۃ مریم آیات ۴۲ تا ۴۵)	

اس خطاب کے اندر جس لطافت سے حکمت و دانائی بھری گئی ہے اور جس انداز سے دعوت و تبلیغ کے آداب و شرائط کو سمو یا گیا ہے بلا ریب وہ کسی عظیم المرتبت اور برگزیدہ نبی کا کام ہو سکتا ہے خطاب کے ہر جملے کو یَا اَبَتِ "اے میرے ابا جان" کے مؤدبانہ اور فرزندانہ صیغے کے ساتھ شروع کیا گیا ہے۔ جو عقیدتمندی اور خیر خواہی کے انتہائی پاک اور نازک تأثرات اور احساسات کو لئے ہوئے ہے پدری احساس کو ابھارنے اور شفقت و مہربانی کے جذبات کو اپیل کرنے والے اس ارجمندانہ انداز سے بہتر کوئی طرز سخن متصور ہی نہیں، پیغمبرانہ لب و لہجے کی رقت آمیزیوں کے ساتھ یہ خطاب یقیناً پتھر سے پتھر دل کو بھی موم کرتا ہوگا۔ اس کے بعد بڑے حکیمانہ طریقے سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ معبود کی عبادت اور پرستش اسی لئے کی جاتی ہے کہ آڑے وقت میں کام آئے یہ بت تو سن سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں تو ہماری فریاد کو کیسے سنیں گے اور بدحالی کو کیسے دیکھیں گے جو امداد و اعانت کے لئے پہنچ جائیں، پھر یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ بت پرستی کی لاحاصلی کچھ میرا اپنا قیاس و تخمینہ نہیں بلکہ ایک ایسے مستند ذریعۂ علم کی تعلیم و تلقین ہے جو آپ کو حاصل نہیں، پھر اپنے دعوے کو عقل کی تائید کے بعد نقل کی کمک پہنچائی جاتی ہے اور اسی کی روشنی میں اپنی اتباع کی دعوت و ترغیب دی جاتی ہے جو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی سے عبارت ہے پھر بت پرستی کو ایک انتہائی قابلِ نفرین عنوان سے پیش کیا جاتا ہے یعنی بتوں کی پوجا درحقیقت شیطان کی پوجا ہے جو اپنے ہی محسن اعظم کا سب سے بڑا ناشکرا اور نافرمان ہے پھر عذاب کا اندیشہ ظاہر کیا جاتا ہے اور شیطان کی رفاقت کی عاقبت سے ڈرایا جاتا ہے۔

یہ وہ پہلی آزمائش تھی جسمیں ابراہیم علیہ السلام کو ڈالا گیا۔ پیغمبرانہ دل و دماغ میں پدریت کا کیا مرتبہ و مقام ہوگا اور اس کے احترام کی کیا حالت ہوگی اب حق کی خاطر ان کو کچھ ایسی باتیں کہنی پڑ رہی ہیں جن سے مذنوں کے بت پرست باپ کا ناراض ہونا یقینی تھا اور برہم ہو کر ابراہیمؑ کو گھر بار سے بے دخل کرنا متوقع۔ لیکن خدا کے خلیلؑ نے یہ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے گوارا کر لیا اور بڑے واضح اور دو ٹوک الفاظ میں بت پرستی کی خامیاں ظاہر کیں۔

آذر کی ضلالت میں ہدایت اور سنگدلی میں رقت کے کوئی آثار پیدا نہ ہوئے، ابراہیم علیہ السلام کا طرز تخاطب اس قدر معقول اور مُسکت تھا کہ آذر کو اپنے عقیدے کی صحت

وحقانیت کی بابت تو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی تو اس نے غیظ و غضب کا وہی طریقہ اختیار کیا جو ایسے موقع پر لاجواب ہو کر ہر کج راہ و بدمزاج آدمی اختیار کرتا ہے پہلے تو انتہائی طعنہ آمیز لہجے میں یہ استفسار کیا۔

اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ	ابراہیمؑ! کیا تو میرے معبودوں سے
یٰۤاِبْرٰهِیْمُ ج	برگشتہ ہے۔

اور پھر کسی ناموافق بات سننے کے اندیشے سے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ دھمکی دی جو ہر خشمناک باپ ان کی مرضی کے خلاف چلنے والے بیٹے کو دیا کرتا ہے۔

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ	اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار
وَاهْجُرْنِیْ مَلِیًّا ہ	کر دوں گا تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے
(سُورۃ مریم آیت ۴۶)	دور ہو جا۔

آذر کے اس جواب سے ابراہیم علیہ السلام کو جو کوفت ہوئی ہوگی اور انکی اس بیزارگی سے اُس کے اُمیدوں کی بہاریں جیسی اُجڑ چکی ہوں گی ایک حسّاس بیٹے کو اس کا اندازہ کرنا کچھ زیادہ مشکل نہیں عام طور پر بڑی ہوشمند، عالی حوصلہ اور پدر شناس اولاد بھی ایسے موقع پر حواس باختگی کا شکار ہو جاتی ہے اور جواب الجواب میں کوئی نہ کوئی غیر محتاط کلمہ ایسا زبان سے نکل جاتا ہے جو عظمتِ ابوّت کو راس نہیں آتا مگر ابراہیم علیہ السلام صرف بیٹے نہیں تھے وہ حقیقی معنوں میں خلیل اللہ اور خلّتِ الٰہی میں ایسے فنا تھے کہ جذبات کے طوفان کے طوفان اُمڈ کر گزر جاتے مگر آپؑ کے ضبط و تحمّل کو فقط ہلا تک نہ دیتے۔

آپؑ نے بڑے اطمینان سے اپنے باپ کو رخصت و متارکت کا سلام کیا اور فرمایا:

سَلٰمٌ عَلَیْكَ ج سَاَسْتَغْفِرُ	سلامتی ہو تمہارے اوپر میں آپ کے لئے
رَبِّیْ ط اِنَّهٗ كَانَ بِیْ حَفِیًّا ہ	اپنے پروردگار سے بخشش طلب
وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ	کروں گا۔ بے شک وہ مجھ پر نہایت
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ صلے	مہربان ہے اور میں آپ لوگوں سے اور
عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ	جن کو آپ خدا کے سوا پکارتے ہیں، کنارہ
رَبِّیْ شَقِیًّا ہ	کرتا ہوں اور اپنے پروردگار ہی کو

سورۃ مریم آیات ۴۷، ۴۸) پکاروں گا امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کو پکار کر نا امید نہیں رہونگا۔

یعنی نہ صرف یہ کہ سختی کا جواب سختی سے نہ دیا بلکہ اس کی سلامتی کی دعا کی اور اپنے رب کی مہربانی کے بھروسے پر اس کی مغفرت طلب کرنے کا عزم بھی ظاہر فرمایا پھر یہ محض لفاظی اور عبارت آرائی بھی تو نہیں تھی جو باپ کی چاپلوسانہ خوشامد کی غرض سے اختیار کی گئی ہو بلکہ دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی اور خلوص و ہمدردی میں ڈوبی ہوئی وہ باتیں تھیں جو اپنے پیچھے عمل کا زوردار داعیہ چھوڑ گئیں۔

ابراہیمؑ نے باپ کی مغفرت کے لئے مختلف مواقع میں دعائیں فرمائیں مثلاً:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ۝ — اے ہمارے رب مجھے اور میرے ماں باپ اور ایمان والوں کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو۔

(سورۃ ابراہیم آیت ۴۱)

وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ۝ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝ — اور میرے باپ کو بخش دے وہ گمراہوں میں سے ہے اور جس دن لوگ اکٹھا کھڑے کئے جائیں گے مجھے رسوا نہ کیجیو۔

(شعراء آیت ۸۶، ۸۷)

پھر آپ برابر استغفار کرتے رہے تا آنکہ اس کا "عَدُوٌّ لِلّٰهِ" ہونا آشکارا ہوگیا۔

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلّٰهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۚ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ — لیکن جب اس کو معلوم ہوگیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوگئے بے شک ابراہیم بڑے نرم دل اور بُردبار تھے۔

(سورہ توبہ آیت ۱۱۴)

اسلامی تصوّف کے موضوع پر

مشہور محقق پروفیسر یوسف سلیم چشتی کی

مایۂ ناز تالیف

اسلامی تصوّف
میں غیر اسلامی نظریات کی آمیزش

اس کتاب میں فاضل مؤلف نے ان عناصر اور عوامل کی نشاندہی کی ہے کہ جن کی وجہ سے اسلامی تصوّف میں غیر اسلامی عقائد کی آمیزش ہو گئی۔

یہ مایہ ناز کتاب قارئین کے لیے حد اصرار پر اب دوبارہ عمدہ طباعت اور ڈائی دار جلد کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے کتاب کے حُسنِ ظاہری میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

آفسٹ پیپر پر اعلیٰ طباعت، مضبوط اور خوبصورت ڈائی دار جلد

ناشر

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور